



مکمل ناول

خوشبو  
بینا کا آؤنا

UrduPhoto.com

UrduPhoto.com

عالبه حرا

UrduPhoto.com



MAY 2005 PAKISTAN



دیتے ہیں، ہمیں ان کے احکام کو پامال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔“

”اسما، وہ بہت اچھا ہے“ زارا نے مسکراتے ہوئے کہا اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے دیکھا۔ ”اس جیسا کوئی نہیں ہے۔ خوبصورت، اسما، ڈھنگ پرستانی ہے اس کی۔ بہت بڑا خاندان ہے، بالکل قلموں والا۔“

اس کی اتنی شاندار گاڑی ہے کہ بس وہ مجھے اپنی زبرد کہتا ہے۔ میرا اپالو... محبت کا شمار وہ ہے وہ اسما ششدر رہ گئی۔ زارا ایک دم سے کھل پڑی تھی۔ ”وہ مجھے اب غیر نہیں لگتا، محرم لگتا ہے۔ اسے مجھ سے محبت ہے، میرے بغیر نہیں رہ سکتا وہ اور میں۔“ اس نے دھیرے سے آنکھیں بند کر کے ہتھیلیوں پر اپنا چہرہ رکھ لیا۔

”میں بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس سے مل کر آؤ تو کچھ اچھا نہیں لگتا۔ ہر جگہ وہی وہ نظر آتا ہے۔ کتابوں میں، جنرل میں، خوابوں میں، آنکھوں کے سامنے۔ کیا محبت یوں ہی بے قرار ہوتی ہے۔“ اس کا لہجہ افسانوی اور لفظ بے باک ہونے لگے۔

وہ دونوں اس وقت اسما کے گھر کے لان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے ارد گرد کتابیں تھیں۔ کل انگلش پوئٹری کا شیٹ تھا اور زارا اس کے پاس پڑھنے آئی ہوئی تھی۔ اس نے اور ہی داستان شروع کر دی تھی۔ ”محبت ایسے ہی شروع ہوتی ہے۔“

”زارا!“ اسما کا لہجہ سخت ہو گیا۔ ”تم باگل ہو گئی ہو کیا۔ یا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے، ایک اجنبی پر اعتبار..... اتنی دیر اس کے ساتھ..... کہاں ہوتی ہو تم؟“ اس کا لہجہ فکرمندی لیے ہوئے تھا۔

”اس کے ساتھ گاڑی میں، لانگ ڈرائیو پر۔“ دھیما دھیما سا میوزک حواسوں کو جگائے رکھتا ہے۔ اس کی باتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔ اسے میرا چہرہ، میرا لہجہ، میری باتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ ”دھیرے سے اپنی سپید ہتھیلیوں کو پھیلا لیا“ وہ بس میرے ہاتھوں کو تھامے رہتا ہے۔ ”زارا آہستہ آہستہ ہر بات اسے بتائے جا رہی تھی اور اسما دم بخود تھی۔

”اس کے قریب بیٹھ گئی۔ اس کے زارا دم سے اس کے روم میں غیر معمولی اضافہ کی چمک اور لہجے کے قدرتی ہونٹوں پر گلابی لپ اسٹک کی ہونٹوں پر۔“ اس کے گال گلابی دھوپ میں چمک رہے تھے۔

”کہنا بتاؤں گی مگر وعدہ کرو کہ کسی کو بتاؤ گی نہیں۔“ زارا داری سے اس کے قریب چلی۔ اس کے وجود سے ملامت کے علاوہ ایک اور خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اسما چونک گئی۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی دھوپ میں ہلکوں کا مسکارا شید دے رہا تھا۔

”میں تم سے ناراض ہوں“ اسما نے منہ پھیر لیا۔ زارا نے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ ”تم کانچ میں نہیں تھیں تو کہاں تھیں؟ میں کتنی خوار رہی تھی۔“ نکلی سے اسے دیکھا۔

”کہنا تمہیں بتاؤں گی، چلو گھر چلیں۔ دیکھو سارا“ اس نے خالی ہو گیا۔ ”یک تمام کراچیل کر کھڑی ہوئی۔“ ”آگیا خیال.....“ اس نے بھی کتابیں سنبھال

اور پھر وہ منتظر ہی رہی کہ زارا بتائے کہ وہ کہاں گئی۔ ”نائے!“ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئی۔ اسما نے گھر کی بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسما میں ٹوہ لینے کی عادت تھی حالانکہ دونوں بچی سہیلیاں تھیں۔ زارا ابھی کوئی تھیں اس سے چھپاتی نہ تھی اور اسما کے پاس بھی اس کا اپنا بلی راز نہ تھا۔ اسما کے دل میں بات رہ گئی تھی مگر خود نہیں پوچھا۔

اگلے دو دن معمول کے مطابق گزرے۔ تیسرے دن وہ پھر کانچ سے غائب تھی۔ چھٹی کے وقت آن

”زارا!“ اسما نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا۔ ”میں اس کے لہجے سے گھبرا گیا تھا۔“ ”یہ جو تم کر رہی ہو ٹھیک نہیں ہے“ زارا چونک گئی۔

”اسما، وہ بہت اچھا ہے“ زارا نے مسکراتے ہوئے کہا اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے دیکھا۔ ”اس جیسا کوئی نہیں ہے۔ خوبصورت، اسما، ڈھنگ پرستانی ہے اس کی۔ بہت بڑا خاندان ہے، بالکل قلموں والا۔“ اس کی اتنی شاندار گاڑی ہے کہ بس وہ مجھے اپنی زبرد کہتا ہے۔ میرا اپالو... محبت کا شمار وہ ہے وہ اسما ششدر رہ گئی۔ زارا ایک دم سے کھل پڑی تھی۔ ”وہ مجھے اب غیر نہیں لگتا، محرم لگتا ہے۔ اسے مجھ سے محبت ہے، میرے بغیر نہیں رہ سکتا وہ اور میں۔“ اس نے دھیرے سے آنکھیں بند کر کے ہتھیلیوں پر اپنا چہرہ رکھ لیا۔







میرے ساتھ، میری محبت میں۔" اسما سے دیکھتی رہی۔  
 "میں کل کیسے اس کے ساتھ جاؤں۔" وہ کہتی رہی۔  
 "تو آئی کوئی کرہی جاؤ" اسما ہل گئی۔  
 "ہائے" مسکراتے ہوئے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے۔  
 "بھلا یہ بات میں کیسے؟"  
 "بعد میں بھی تو چاہے گی؟" اجازت سے کرہی جاؤ۔  
 "اس کے انداز میں کھلی لٹائیاں تھیں۔"  
 "ناراض ہو؟" زارا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔  
 "نہیں" اس نے ہاتھ جھٹکا۔ "تم نے مجھ سے ناراض ہونے کا حق چھین لیا ہے زارا! اس شخص کی محبت سب محبتوں پر حاوی ہو چکی ہے، کیا وہ اتنا اچھا ہے؟" جیکسی نظروں سے دیکھا۔

"ہاں، وہ بہت اچھا ہے۔ اسے میرا بہت خیال ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا احساس کرتا ہے۔"  
 "اوندھ! احساس کرتا ہے۔" اسما نے سر جھٹکا۔ "چھوٹی چھوٹی باتوں کا احساس کرتا ہے اور بڑی بڑی باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ تمہاری عزت! جس پر تمہارے کردار کی عمارت کھڑی ہے، کس نام سے تمہارے ساتھ وقت گزارتا ہے۔ صرف محبت۔ کل کو کوئی تمہیں کسی ہوٹل میں، پارک میں، راستے میں شاپنگ پلازا میں دیکھ لے تو تم کس رشتے سے تعارف کرواؤ گی؟ محبت اس وقت راہ فرار اختیار کر جائے گی، لوگ رشتہ پوچھتے ہیں اور ناماتے طلب کرتے ہیں زارا! اور ساتھ کھڑے مرد کے ساتھ کوئی رشتہ نہ ہو تو لوگ پیدائی کا طوق پہنا دیا کرتے ہیں۔ کیا تم اتنی کم عقل ہو کہ تمہیں ان باتوں کا احساس نہیں ہے؟" خزن و ملال اور خفگی کے ملے جلے تاثر سے اسے دیکھا۔ اسما بذات خود ایک سمجھ دار، عقل مند اور ذہین لڑکی تھی۔ اسے آگہی کا شعور تھا اور اچھے بُرے کی تمیز بھی اور اس کے ساتھ مسئلہ یہ بھی تھا کہ

ہماری جان پہ دہرا عذاب ہے محسن  
 کہ دیکھنا ہی نہیں ہم کو سوچنا بھی ہے  
 "وہ دھوکے باز نہیں ہے اسما! وہ مجھ سے شادی کرے گا۔ اپنے گھر والوں کو بھیجے گا مگر....." تذبذب

کرتے یا اسائنمنٹ دینے سے غافل ہو چکی تھی۔ عشق کے عمار نے اسے ٹکرا کر دیا تھا، محبت کی فضولیات نے اس کی آنکھوں میں لودھتا غبار رہنے لگا تھا۔ اسما نے کبھی بھی وہ بس اپنی باتیں کرنے آئی تھی۔ محبت کی عمر بھی بڑھ چکی تھی، ان لمبی پہیلیاں اور محبت کے اسباق سناتے۔ زارا اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی۔ وہ چار بہن بھائی تھے۔ بڑی بہن سے بڑی لڑکی ہی نہیں۔ اس کے بعد دو بھائی پھر اس کا نمبر لے لے کر اسما کی راز داریاں بھی اور آج کل محبت کا راز دہ اسما سے ہی شیر کر رہی تھی۔ اسما کی پڑھائی کا راج بور ہاتھ مگر وہ مستقل مزاجی سے اپنی دوست کی تمام باتیں سن کر رہتی اور ملال سے اسے دیکھتی جو جانے کتنی راتوں کی مسافر بن رہی تھی اور مشکل یہ ہو رہی تھی کہ وہ کچھ اور سننے کے لیے تیار بھی نہیں تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں تمہیں اصغر سے ملواؤں۔" "لوٹن اپنے ہاتھوں پر ملتے ہوئے مسکرا کر بھرے سے کہا۔

"یعنی تم نے پڑھائی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" "بی اے نہیں تو کم سے کم انٹر تو مکمل کر لو۔"

"یہ تمہیں کس نے کہا؟" "خیر سے دیکھا" اس حائی نے، اس کالج نے ہی تو مجھے میری محبت، میرا سہیل دیا ہے اسما! "اس نے گہرا سانس لیا۔ ٹھنڈا مہکتا سانس۔ ہونٹوں پر بہت خوبصورت سی مسکان تھی۔

"تمہارے انگلیش میں کتنے نمبر آئے ہیں؟" نگاہ لائی۔

"یار ایہ فائل نرم تو نہیں ہے نا، ہو جائے گی پڑھائی۔"

"زارا! قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے، تمہارا خراب رزلٹ سب کو ہرٹ کرے گا۔ وہ اتنا اچھا ہے کیا کہ تم سب کو ہرٹ کر لو؟" زارا اس کی وی

"اس کا کسی سے کیا مقابلہ! اچھا سنو، میں نے تمہیں سنا ہے کہ اس نے میری بڑھاپے کا گفٹ دیا ہے۔ کل مجھے اس نے ہوٹل میں انوائٹ کیا ہے۔ نیل تک کروائی ہے۔ کل گھر والوں کو میرے ساتھ لے کر جانا چاہتا ہے۔"



تھا۔ دیکھا۔  
"مگر انسان کو شکوک و شبہ ہے زارا!"

"وہ ابھی پڑھا رہا ہے۔ گھر میں بات کی ہے اس نے۔ یہ ہم تھا یا نہیں، اس کا زارا کا لہجہ کمزور لگا۔  
"پھر یہ ملنا ملنا، جہاں جہاں۔ مطمئن ہے؟" اس نے  
"اگلا لفظ میں اسے سمجھا رہی تھی۔ اب یہ کہنے والے پر غصہ ہے کہ وہ سبھی پاکی کترا کر گزر جائے۔ یہ ناصحانہ انداز زارا کو راج کر گیا تھا۔

"وہ میری محبت، میری چاہت ہے اس میں اس سے دستبردار ہو کر مر جاؤں گی۔ تم غلط فہمی میں مبتلا مت ہو۔ تم ملنا، جہاں جہاں میری سچائی پر یقین آ جائے گا۔" زارا اپنی محبت اور دوستی دونوں کو ساتھ دیکھنا چاہتی تھی۔

"ایک بات یاد رکھنا زارا!" سنجیدگی اور متانت سے زارا کو دیکھا "انسان کو اپنی زندگی میں کچھ اصول ضرور بنانے چاہئیں۔ اپنے کردار کے حوالے سے عزت نفس، وقار اور خودداری کے لیے زندگی کو شاہراہ عام نہیں بنانا چاہیے کہ جس کا دل چاہے گزر جائے رو دتا ہوا۔ دل کے دروازے فطری تقاضوں کی دستک پر کھولنے چاہئیں مگر صرف محرم رشتوں کے لیے۔"

زارا بد مزہ سی ہو گئی۔ کس مقصد کے لیے آئی تھی اور اس نے کن بھارتوں میں الجھا دیا۔ "بھئی میں کوئی اتنی کمزور تھوڑی ہوں۔ (اسے شاید ابھی کسی مرد کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا)

اسا جذبائی ہو رہی تھی، اس سے کچھ پوچھنا بے کار تھا۔ کتابیں سمیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"کل تمہارا اکناکس کا ٹیٹ ہے، تیاری کر لینا۔" سر جھکا کر اس اپنی کتابیں سینے لگی۔

کیسی تیاری، کیسا ٹیٹ۔ اسے تو بہانہ تراشنا تھا کل کا دن یاد دلا رہا تھا۔ یہ اس کی یاد دلا رہا تھا۔  
اترے لگا۔

کل وہ اپنا ریڈیو اور اس کی ٹیبلٹ لے کر نکلا۔  
بنے گی۔ اس کی میچنگ جیولری بھی ہے۔ اصغر کو فون کر کے کہتی ہوں، شام کا پورٹو لایم۔  
اس کا گھر انا کوئی ماڈرن نہیں تھا اور نہ ہی وہ دوستوں سے

بچے سے پانچ بجے تک کا کام رکھ لے۔ بھاری حالت گھر سے کبھی نکلتی ہوں۔

اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے وہ مسلسل سوچتی آ رہی تھی۔ اس نے بھی ہری جھنڈی دکھائی دے۔  
شک مزاج ہو گئی ہے اس کا رویہ بھی۔ بھراؤرا بھی خیال نہیں۔ کتنی مشکل سے ملتے ہیں آئینہ لیل۔ وہ شاید جس کی ہے میری محبت سے۔ خود بخود ہی مکان اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

اپنے کمرے میں جا کر بیل پر گری اور آنکھیں موند لیں۔ محبت کی شاہراہ پر وہ اس کے ہم قدم تھا۔  
تھک کو سوچوں تو ایسا لگتا ہے جیسے خوشبو سے رنگ ملتے ہیں جیسے صحرا میں آگ جلتی ہے جیسے بارش میں پھول کھلتے ہیں ☆☆☆

اسا نے اس کی برتھ ڈے کی کر دوا نہیں پوچھی۔ کیا ملا کیا دیا۔ دن کہاں اور کیسا گزرا؟ پوچھ کر اس کے جذبوں کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی۔ اللہ اس کو ہدایت دے جو لینا چاہتا ہے اور وہ اندھے راستوں کی سازشیں اور اندھیرے میں بھی ہدایت مانگنے والوں کو ملا کرتی ہے۔

اب اکثر باتیں زارا اس سے چھپایا کرتی تھی۔ دونوں ایک ساتھ کالج جاتی اور آتی تھیں۔ حسب معمول وہ کالج ہاسٹل میں گم ہو جاتی تھی اور ایک بجے گیت پر ہوتی تھی۔

اللہ نہ کرے اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے۔ اے اللہ، اس کی حفاظت کرنا، اپنی امان میں رکھنا۔ اس ہمیشہ اس کے لیے دعا گو رہتی تھی۔ امتحان ہو گئے۔ انٹر میں اس کا بی گریڈ آیا تھا اور زارا اکناکس میں رہ گئی تھی۔ نمبر بھی اس کے بمشکل پاسنگ تھے اور زارا کو کوئی پروا نہیں تھی۔ اس کی باتوں سے لگتا تھا کہ اس نے شاید آگے ایڈمیشن بھی نہیں لینا تھا لیکن ایڈمیشن اسے لینا تھا۔ اگر وہ ایڈمیشن نہیں لیتی تو محبت کا یہ سفر جاری کیسے رہ سکتا تھا۔ اس کا گھر انا کوئی ماڈرن نہیں تھا اور نہ ہی وہ دوستوں سے

کے کل  
بچے سے پانچ بجے تک کا کام رکھ لے۔  
بھاری حالت گھر سے کبھی نکلتی ہوں۔  
اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے وہ مسلسل سوچتی آ رہی تھی۔  
شک مزاج ہو گئی ہے اس کا رویہ بھی۔  
بھراؤرا بھی خیال نہیں۔  
کتنی مشکل سے ملتے ہیں آئینہ لیل۔  
وہ شاید جس کی ہے میری محبت سے۔  
خود بخود ہی مکان اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔  
اپنے کمرے میں جا کر بیل پر گری اور آنکھیں موند لیں۔  
محبت کی شاہراہ پر وہ اس کے ہم قدم تھا۔  
تھک کو سوچوں تو ایسا لگتا ہے جیسے خوشبو سے رنگ ملتے ہیں  
جیسے صحرا میں آگ جلتی ہے  
جیسے بارش میں پھول کھلتے ہیں ☆☆☆  
اسا نے اس کی برتھ ڈے کی کر دوا نہیں پوچھی۔  
کیا ملا کیا دیا۔ دن کہاں اور کیسا گزرا؟  
پوچھ کر اس کے جذبوں کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی۔  
اللہ اس کو ہدایت دے جو لینا چاہتا ہے اور وہ اندھے راستوں کی سازشیں  
اور اندھیرے میں بھی ہدایت مانگنے والوں کو ملا کرتی ہے۔  
اب اکثر باتیں زارا اس سے چھپایا کرتی تھی۔  
دونوں ایک ساتھ کالج جاتی اور آتی تھیں۔  
حسب معمول وہ کالج ہاسٹل میں گم ہو جاتی تھی اور ایک بجے گیت پر ہوتی تھی۔  
اللہ نہ کرے اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے۔  
اے اللہ، اس کی حفاظت کرنا، اپنی امان میں رکھنا۔  
اس ہمیشہ اس کے لیے دعا گو رہتی تھی۔  
امتحان ہو گئے۔ انٹر میں اس کا بی گریڈ آیا تھا اور زارا اکناکس میں رہ گئی تھی۔  
نمبر بھی اس کے بمشکل پاسنگ تھے اور زارا کو کوئی پروا نہیں تھی۔  
اس کی باتوں سے لگتا تھا کہ اس نے شاید آگے ایڈمیشن بھی نہیں لینا تھا لیکن ایڈمیشن اسے لینا تھا۔  
اگر وہ ایڈمیشن نہیں لیتی تو محبت کا یہ سفر جاری کیسے رہ سکتا تھا۔  
اس کا گھر انا کوئی ماڈرن نہیں تھا اور نہ ہی وہ دوستوں سے





### سائگرہ "پاکیزہ" کی

علم و ادب کے سب حوالے  
لکھنے والے پڑھنے والے  
لفظ و بیاں کی گود کے پالے  
اس کی چاہت کے ہیں حوالے  
الہی سی ایک خوشی ہے  
سائگرہ پاکیزہ کی ہے

رنگ رنگی تصویریں ہیں  
پیاری پیاری تحریریں ہیں  
دلکش خواب کی تعبیریں ہیں  
مہر و وفا کی تاثیریں ہیں  
حسن کی چاہت اور بڑھی ہے  
سائگرہ "پاکیزہ" کی ہے  
من کی جھیل کا نین کنول ہے  
افسانہ یا کوئی غزل ہے  
کتنی سند اور کھل ہے  
ارمانوں کا تاج کھل ہے  
کتنی مبارک باد ملی ہے  
سائگرہ "پاکیزہ" کی ہے

شاعرہ: سیما سراج

پروفیسر عثمانیہ گزرا کالج، کراچی

نے کے لیے کھل سکتی تھی۔ اس نے اپنے میٹن لاری لیر  
تھیں پڑھنے کا شوق کون سا ہے جو بی اے کا  
پڑھ رہی ہو؟

زارا کہانی سی ہنس ہنس دی۔  
"کیا ہو اس کا رشتہ وغیرہ جیسے گایا نہیں؟" فارم  
کی تر کے سرسری کی نگاہ ڈالتے ہوئے اسے دیکھا۔  
"آپ کیا خیال نہیں؟" پڑھکھوہ نگاہ ڈالی۔

"در اصل یہ محبت کی کہانیاں مجھے بے حد فضول لگتی  
ہیں۔ یقین، سچائی اور ایمانداری کچھ نہیں ہوتا ان میں۔  
پچھلے دن چاند تاروں کے خواب دکھانے والے ساری  
دشیاں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ کیا ملتا ہے نام نہاد  
محبت ہے۔"

"مگر وہ ایسا نہیں ہے۔" زارا کے چہرے پر شوق  
چلے گی۔ اس نے ملال سے اسے دیکھا۔ (تمام لڑکیاں  
ایماندار، سچی، مجلس ہوتی ہیں مگر یہ لڑکے!) "اسے  
مجھے بہت محبت ہے۔"

"کتنی؟" بے ساختہ اسما کے منہ سے نکلا۔

"محبت کی کوئی پیمائش نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔"  
"ہوتی ہے ہر چیز کی پیمائش۔ محبت کی بھی، نفرت کی  
بھی۔" اسما نے قائل بند کر کے اسے دیکھا۔ "ہم اسکتی ہو  
کہ اسے تم سے کتنی محبت ہے؟" اسما کے چہرے پر ڈھمکنی  
سکراہٹ تھی۔

"وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کی باتوں سے،  
اس کے لہجے سے میرے لیے پیار ہی پیار جھلکتا ہے۔"  
"ہں!.....!"

"روز ملتا ہے مجھ سے" زارا کے لہجے میں یقین تھا۔  
"روز ملتا ہے، روز محبت بھری باتیں کرتا ہے، روز  
محبت کا یقین دلاتا ہے۔ کیا روز ملنا محبت کا یقین ہے؟"  
"ہاں! کیا ملنا محبت کا یقین ہے؟" اسما نے اسے دیکھا۔

UrduPhone  
"غبار ہے شادی کے لیے ہی محبت کی ہے، مجھے  
UrduPhone



”یاقم صرف اس کی دوست ہو، کبھی اس موضوع پر بات کی؟“ اسما اس کے ذہن کی گراہیں کھول دینا چاہتی تھی مگر وہ.....!

”محبت اور دوستی ایک دوسرے سے شروط ہے۔“  
”جیس، محبت الگ ہے، دوستی الگ ہے۔ دوست سے شادی نہیں کی جاسکتی۔“

”اسما! ابھی وہ پڑھ رہا ہے۔ میں نے بی اے کرنا ہے۔ اس کے بعد اس کی جاب ہے، جاب ڈھونڈے گا وہ.....“

”اچھا!“ استہزائیہ انداز تھا۔ ”اتنا امیر کبیر، دِل آف فیملی سے تعلق رکھتا ہے وہ اور جاب ڈھونڈے گا وہ۔ تم بے وقوف ہو یا وہ تمہیں بے وقوف بنارہا ہے؟ اور اگر اس دوران میں تمہارا کوئی رشتہ آ جاتا ہے تو.....؟“ زارا اس تلخ سچائی پر اس کی شکل دیکھنے لگی۔ دل ایک دم سے کسی نے منگی میں لے لیا۔

”کیا ہو سکتا ہے، شادی تو اس سے ہی کرنی ہے، وہ ایسا نہیں ہے۔“

”اپنی آنکھیں کھولو زارا! محبت میں پیمائش بھی ہوتی ہے اور آزمائش بھی۔ ہر چیز میں معیار ہوتا ہے، زندگی کھیل نہیں ہوتی اور نہ ہی ہمیں اس کا کھیل بنانا چاہیے۔“  
”میں چلتی ہوں، تم تو بس.....“ زارا کو غصہ آنے لگا۔ اب کے اس نے رد کا نہیں اور زارا کی بھی نہیں۔ اور وہ رکتا بھی نہیں چاہتی تھی۔ دکھی نظروں سے اسے جاتے دیکھا۔

کاش! یہ لڑکیاں اپنے کردار میں مضبوطی پیدا کر لیں۔ آئیڈیل بنانے سے بہتر یہ نہیں ہے کہ خود کو آئیڈیل بنالیں۔ خود کو تراش لیں، عورت کی فطرت اس کے کردار سے ہی تو معلوم ہوتی ہے۔ ایک مشکوک لڑکی کا کردار تمام لڑکیوں کے کردار کو مشکوک بنا ڈالتا ہے۔

نفس کی آواز اب بھی اٹھ رہی تھی۔  
بڑا محال ہے ہستی کو معتبر رکھنا

”تم آئندہ زارا کے ساتھ کانٹیں

باز کی زبان اٹھ اور کے منہ کو

”کیوں؟“ بے ساختہ ہی منہ سے نکلا۔  
”بس کہہ دیا، اس کا لہجہ سخت تھا۔“  
”پھر میں کیسے کالج جاؤں گی؟“  
”میں آفس جاتے ہوئے تمہیں چھوڑ دیا کروں گا۔“

بنو راس کا جائزہ لیا۔  
”مگر دواصف بھائی، زارا کیسے جائے گی؟“

”یہ اس کا مسئلہ ہے، ہمارا نہیں“ اسما بھائی کو دیکھ کر رہ گئی۔ اس کا انداز نیا تھا۔  
”دونوں بچیوں کا بچپن کا ساتھ ہے، چھوٹ سکتا ہے

بھلا؟“ دادی اماں تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی باتیں سن کر کہا۔ ”اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، پڑھنا لکھنا، ہنسیاں ہر کام ساتھ ساتھ، اب بھلا کالج جانا چھٹ سکتا ہے؟“  
دادی حیران تھیں۔

”ہاں چھٹ سکتا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں اگر آئندہ تم اس کے ساتھ چھٹیں تو تمہارا کالج جانا بھی بند.....“ دواصف کا لہجہ غیر معمولی تھا اور اسما ایک سمجھ دار لڑکی تھی، اسے یہ لہجہ، یہ انداز سمجھ آ رہا تھا۔ اس نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ جرح اسے بھی مشکوک بنا سکتی تھی اور وہ اپنے کردار پر حرف برداشت نہیں کر سکتی تھی۔  
”باؤلا ہو گیا ہے یہ لڑکا تو.....“

”دادی جان! آپ نہیں جانتیں آج کل کے ماحول کو، بس میں نہیں چاہتا کہ یہ اس کے ساتھ جائے۔“ اور ”اس“ کے لیے جتنی نفرت تھی، وہ محسوس کر سکتی تھی۔

”نھیک ہے بھائی!“ وہ وہاں سے اٹھ گئی۔  
”اور اس سے تمام دوستی ختم کر لو، گھر آ جائے تو نھیک ہے، تمہیں اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ جاتے جاتے وہ چونک کر بچی۔

بھائی دھیرے دھیرے اپنی پیشانی مسل رہا تھا اور بے سمجھ نہیں تھی۔ سر جھکا کر باہر نکل گئی۔ زارا کی سرگرمیاں بھائی کی نگاہ میں آ گئی ہیں۔ اس کا دل اچھلا۔

آف، میرے خدا..... سینے پر ہاتھ رکھا۔  
وہ تو زارا کے لیے کتنے اچھے جذبات رکھتا تھا اور

بھائی کے ساتھ ساتھ نوکری بھی کرتا رہا۔ زارا اس کا





### پاکیزہ کی سالگرہ پر

ہے کنسی حسین مہکار پاکیزہ  
 ہے دلوں کا پیار پاکیزہ  
 ہے تیرا کردار پاکیزہ  
 تیرے سب انکار پاکیزہ  
 ہے پاکیزہ ہر تحریر تیری  
 تیرے ہیں اشعار پاکیزہ  
 سالگرہ تیری پر کردوں نذر  
 نیک دعائیں بے شمار پاکیزہ  
 عم تہائی ہو کیوں مجھے جب کہ  
 ہے میرا یار پاکیزہ، میرا دلدار پاکیزہ  
 اس تشنہ کلائی کو امر کر کے  
 کر چاہت کا اقرار پاکیزہ

شاعرہ: عذرا تشنہ

ڈاکٹر نذرا نذیر

خواب تھی، پر محسوس، اسما رت، شرارتی سی۔ مگر... ہے  
 جتنی سے اتنی گریباں ہر گل گیا۔  
 اسے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ زارا ہو سکتی  
 ہے۔ سمندر کے کنارے کسی لڑکے کے ساتھ چلتی،  
 انہوں میں ہاتھ ڈالے۔ ہونٹ میں میز کے چھپے بیجی۔  
 دانت گاڑی میں آکس کریم کھاتی، ہلکھلااتی ہوئی۔

سنان سڑک پر ان کی گاڑی رواں بھی اور جب وہ  
 اپنی پانک لے کر ان کے قریب سے گزرا تھا، گاڑی  
 دھیمی رفتار سے چل رہی تھی۔ زارا کا سر اجنبی کے شانے  
 پر تھا اور وہ ایک ہاتھ سے گاڑی ڈرائیو کرتا، دوسرے  
 ہاتھ سے اسے سنبھالے، اس پر جھکا ہوا تھا۔ دونوں ایک  
 دوسرے میں گم تھے۔

غرت، کراہت، گھن ایک ساتھ اس کے وجود میں  
 اڑ گئے۔ بظاہر معصوم، شریف، سیدھی نظر آنے والی زارا  
 اس طرح کی ہو سکتی تھی، اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔  
 دو تومسائے میں رہتی تھی۔ اس کی بہن کی دوست  
 تھی۔ اپنی محبت کو خاموشی سے دل میں چھپا لیا۔ حق ہم  
 سانس لے ادا کیا کہ وقت آنے پر کہے گا، اسی میرے لیے  
 زارا کو مانگ لیں۔ مانگنے سے پہلے ہی وہ کسی کی ہو چکی تھی  
 اور اس اعزاز میں؟

آف..... اسے اپنا وجود جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔  
 کیا لڑکیاں اس طرح سے والدین کی آنکھوں میں  
 دھول جھونکتی ہیں؟ ان کے اعتماد کو تاراج کرتی ہیں؟  
 اور..... زارا، واضح کو زارا سے یہ امید نہیں تھی۔  
 اور کیا..... اسما..... اس کی بہن بھی.....؟ اس کے وجود  
 میں پتے لگ گئے۔ بڑی محبت ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔  
 وہ کئی دن تک اسما کو داج کرتا رہا۔ صد شکر تھا، اسما  
 کردار کی مضبوطی میں مکمل تھی۔

ایسا نہ ہو آئندہ..... ادا صاف نے فیصلہ کیا اور اسما پر  
 حیدر کی نگاہیں اور اس کے دل کی آواز سننے لگی تھی کہ اسما کو  
 اب خود ہی اس سے ڈر لگنے لگا تھا۔ اسے بھائی تھی کہ  
 دینی کا ہم قائم رہے گا۔ اسے کچھ زمانہ میں نہیں  
 سمجھایا جاسکتا جو خود سمجھنا نہیں چاہے۔ زارا برائے نام  
 کان جاتی تھی۔ زیادہ وقت اس کا باہر گھر رہتا تھا، اس کے



پاؤں میں زنجیر نہیں تھی۔ اپنے کردار، اپنی عزت نفس، اپنی پاکیزگی اور اپنے خاندانی وقار کا کچھ احساس نہیں تھا۔ وہ اندھے راستے کی مسافر بن گئی تھی اور آنکھوں پر محبت کی پٹی باندھ کر ان راستوں کی مسافر بن گئی تھی جو کسی منزل کی طرف نہیں جاتے۔ بھٹک جاتے ہیں، بھٹکا دیتے ہیں یا پھر بھول بھلیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

”یہ دماغ بھائی کو ہوا کیا ہے آخر؟“ زارا نے پوچھا۔

”بوجھ لیتا“ اسما نے نگاہ چرائی۔ ”کہہ رہے تھے بیدل جانی ہو، میں آفس جاتے ہوئے چھوڑ دوں گا۔“ ”تو قریب ہی تو ہے کالج.....“ زارا اس آگہی کو نہیں پہنچ سکتی تھی جو انہیں حاصل ہو گئی تھی۔ خدا ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو ہدایت لیتا جانتے ہیں۔

”تم بھی عرفان سے کہہ دو، چھوڑ آیا کرے گا۔“ ”میرا دماغ خراب ہے کیا۔ عرفان سے کہوں گی تو وہ پھر میری.....“ وہ ذومعنی انداز میں ہنسی، ادھورا جملہ بول کر۔ آج کل اس کے چہرے پر انوکھے رنگ تھے۔ ”تمہیں ابھی تک محبت کی سچائی کا پتا نہیں چلا؟“ ”تم ابھی تک میری محبت کی طرف سے مشکوک ہو؟“

اسما نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”ناراض ہو.....“

”کیوں؟“

”لگ رہا ہے۔“

”تمہارا دہم ہے۔ میں کیوں ناراض ہوں گی۔ ہر کسی کی اپنی اپنی زندگی ہے، جیسے چاہے گزارے۔ آگہی کا شعور خدا ہر کسی کو دیتا ہے، اچھے اور بُرے کی تمیز ہر کسی

کو پہنچا دیتے ہیں۔ خیر اور شر انسان کے وجود کا حصہ ہیں، یہ

خود انسان پر منحصر ہے کہ وہ اس کو کیا حکم دے گا۔ اسما سمجھانے کا کوئی موقع جانے نہیں دے سکتی تھی۔

UrduPak.com

☆☆☆

اسما کے لیے پہلا رشتہ ہی شاندار آیا۔ اپنی بیٹی کے لیے میں جاب کرتا تھا، نام و جاہت تھا۔ اچھی خاندانی تعلیم تھی۔ اس کے دو بھائی اور ایک بہن اور تھی، جو کچھ چاہی سسٹم تھا۔ والدین حیات تھے۔ گھر اور لڑکا دیکھ کر آئے تھے۔ حلیہ و عظیم کو سب کچھ اچھا لگا۔ ان کی توقع سے بڑھ کر یہ رشتہ آیا تھا۔ وہ خدا کی شکر گزار تھیں ورنہ ان کی قسمت کہاں اتنی مہربان ہو سکتی تھی۔ ان کا حلقہ احباب ہی اتنا وسیع نہیں تھا، بس محلے داری اور گنے پنے رشتے دار تھے۔ اسما کے رشتے کے سلسلے میں پریشان ہونا شروع ہوئی تھیں کہ اللہ نے کرم کر دیا۔

اسی روز زارا نے اس سے کہا ”تمہیں ایک بات بتانا ہے۔“

”کیا؟“ کالج میں گھاس کے قطعہ پر بیٹھتے ہوئے اسے دیکھا۔

”بلکہ کسی سے ملوانا ہے“ ذومعنی انداز میں مسکرائی۔ ”کس سے؟“

”ہے ایک، بہت اچھا، بہت پیارا۔ آج کل لندن سے آیا ہوا ہے۔ اسے ایک مشرقی پاکستانی لڑکی سے شادی کرنا ہے۔ اصغر نے تمہارا ذکر کیا ہے۔ کل چلو گی ہا ملنے..... اصغر تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔“ اسما کے تاثرات سے بے خبر وہ بول رہی تھی۔ ”وہ چاہتا ہے کہ.....“

”وہ کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میرے چاہنے والوں کو اللہ سلامت رکھے۔ وہ کون ہوتا ہے میرے بارے میں سوچنے والا..... اور تم..... تم اس سے میری باتیں کیوں کرتی ہو؟ میں تمہاری دوست ہوں“ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”اسما!“ اس سخت لہجے پر زارا حیران تھی۔

”مجھے یہ خرافات پسند نہیں ہیں، تمہیں مبارک ہوں۔ کیا تمہیں میری نیچر کا علم نہیں ہے، میں کس مزاج کی لڑکی ہوں؟“ اس کا لہجہ غصیلا تھا۔

”اسما! وہ بہت اچھا ہے، تم چلو تو۔“ لڑک شاندار

”میرا اللہ مجھے شاندار زندگی عی دے گا۔ مجھے کسی



میں اندازہ ہوگا۔" زارا اب بھی بھڑکی۔ جواب میں وہ بس مسکرا دی۔

"جذباتیت سے نکل کر دیکھو، تمہیں خود اندازہ ہوگا۔ یہ بتاؤ کب کرتا ہے شادی۔"

"آ..... ہاں....." زارا نے گہرا سانس لیا "ابھی تو وہی مسئلے ہیں، اس کی تعلیم پھر جواب....."

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ دل آف کیل ہے؟"

"وہ تو ہے..... مگر اسٹریس پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ اسے اپنے قوت بازو پر بھروسہ ہے۔"

"اچھا! ایک طنز یہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر تھی۔" پڑھ رہا ہے وہ؟"

"ہاں، یہ آخری سال ہے..... بس دو سال کا انتظار۔"

"اور پچھلے دو سال سے جو وہ تم پر کڑا رہا ہے۔ تمہارا تحائف، گھومنا پھرنا، ہونٹنگ کرنا..... اور..... لائیک ڈرائیو..... وہ کہاں سے کرتا ہے؟"

"وہ تو اسے جیب خرچ ملتا ہے۔"

"انتاز زیادہ..... وہ تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے زارا! اب بھی وقت ہے، سنبھل جاؤ۔ یہ لڑکے اتنے ہی شاطر ہوتے ہیں، بہرہ دہنے..... صرف اپنے لیے جیتے ہیں۔"

"وہ ایسا نہیں ہے۔"

"تم..... تم اس سے کوئی کاج یا منگنی کر لے..... بعد میں دیکھی جائے گی۔"

"میری اس معاملے پر بات ہوئی تھی، کہتا ہے کہ دو سال بعد....."

"آف..... دو سال! لڑکیاں اپنے گھر کی جلدی ہو جاتی ہیں زارا اور کیا تمہارے گھر والے اتنا انتظار کریں گے۔"

"ہاں!" اس کا لہجہ سخت ہو گیا "جب تک میں چاہوں، انتظار ہو سکتا ہے۔"

اسا سے دیکھ کر رہ گئی۔ بمشکل اس جملے کو ادا ہونے سے روکا کہ کہیں یہ انتظار..... انتظار ہی نہ رہ جائے۔

اللہ نہ کرے۔ اس کا یقین اور اعتماد سلامت رکھنا۔

اس کی اندھی محبت کو راستہ دکھا دینا۔ اے اللہ، اس نا سمجھ

سے کتنی لہجہ اور میں ارجح میرج کروں گی، میرا رشتہ ملے ہو گیا ہے۔"

"زارا زور سے چیخی اور تم مجھے اب چوری ہو؟"

"کل رات کون کا فون آیا تھا۔" یکدم ہی بوس دی۔

"مٹی پر مٹائی ملے گی۔"

"کیا ہے وہ، تم نے اسے دیکھا ہے کیا..... کیا کرتا ہے؟"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس کے گھر والوں نے پسند کیا ہے۔ میں نے صرف تصویر دیکھی ہے۔"

"ہائے..... اس ماڈرن دور میں کون ایسا کرتا ہے۔"

"اس کی شادیاں اب کامیاب نہیں ہوتیں۔ ہوش کے علاوہ....."

"زارا جذباتی ہونے لگی۔"

"اسی ہی شادیاں کامیاب رہتی ہیں زارا! سب کچھ پہلے ہی ملے ہو گیا، جان لیا، پہچان لیا تو بعد کے لیے کیا ہے؟"

"مگر اس! ایسے کیسے..... شادی سے پہلے انسان کا ایک دوسرے کو جانتا زیادہ ضروری ہوتا ہے تاکہ بعد میں انسان کی زندگی اچھی اور مطمئن گزرے۔ جیسے کہ میں اور ہمنو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں، ایک دوسرے کے بارے میں۔ بعد میں ہم ایک بہتر زندگی گزاریں گے۔"

"ب کچھ تو اب جان لیا ہے، بعد میں کیا کرے؟"

"سوال اچانک تھا۔ لمحہ بھر کو زارا چپ ہو گئی۔

"میرے جیسی سیدھی سادی گھریلو لڑکی کے لیے والدین کا اتنا بے بہتر رہتا ہے۔"

"ہاں! ہونم..... تم ایک دفعہ فنی سے ملو تو....."

"مجھے کسی سے نہیں ملنا۔ میں اپنی قسمت پر شاکر ہوں اور اللہ کی رحمت پر قانع۔ جس کو میری تلاش ہے، میری ضرورت ہے۔"

"تم بے وقوف ہو اس! اپنی زندگی بنا کر لو گی۔"

اسا سے دیکھ کر رہ گئی۔ اس کا فاصلہ وقت نے کرنا تھا۔

تاکہ اس کا فاصلہ..... اس کا فاصلہ وقت نے کرنا تھا۔



لڑکی کو سرخو رکھنا۔ بے اختیار دل سے دعا نکلی۔

☆☆☆

اس کی آقا شادی کی تاریخ منگنی والے دن ہی ملے ہوئی۔ دجاہت کے گھر والوں کا کہنا یہ تھا کہ چونکہ ان کا بڑا بیٹا جرنی سے جیلی کے ساتھ آیا ہوا ہے۔ اب وہ جا نہیں گئے تو تین چار سال بعد آئیں گے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے چھوٹے اور آخری بیٹے کی شادی میں سب شریک ہوں۔ اس کے گھر والوں کو کیا اعتراض تھا۔ شادی تو بہر حال کرنا ہی تھی۔ جتنی جلدی لڑکی کی شادی ہو جائے بہتر ہے۔ زارا بھی ابھی تک حیران تھی، اتنی جلدی..... اور وہ صرف سر جھکا کر رہ گئی۔

مایوں، مہندی، شادی سب کاموں میں زارا نے حق دوستی ادا کیا۔ اس کی ڈریسنگ بہت مہنگی اور غضب کی تھی۔ حالانکہ وہ جیلی کے لحاظ سے اتنے قیمتی لباس انورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ مہندی والے دن سرخ اور اورنج احتیاج کے اسٹاکس سوٹ اور میچنگ کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ اس کی شادی کے لیے تمام لباس اصغر نے دلوائے ہیں اور یہ کہ وہ شادی والے دن بھی آئے گا، میں نے بلوایا ہے۔

”ہیں.....“ اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ ”کسی نے دیکھ لیا تو.....؟“

زارا کھٹکھٹا کر ہنس دی ”اچھے لوگوں میں پہچان تو کوئی نہیں سکے گا کہ کون ہے یہ، سسرال کی طرف سے ہے یا میرے کی طرف سے۔“ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

اس اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھنے لگی جو سر جھکائے اس کے پیروں پر مہندی لگا رہی تھی۔

محبت..... محبت انسان کو اتنا چالاک اور عیار بنا سکتی ہے کہ انسان انہوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکے۔ کوئی چاہت اس کی محبت سے کہ..... والدین سے کراؤ کرنا سکھا دے؟

اور کیا یہ نادان لڑکیاں یہ نہیں سوچ سکتیں کہ اپوں کی محبت اور سامنے والے چاہنے والے کی محبت کی باتوں کی باتوں کی محبت، کون کی محبت اہم ہے؟

”تم سے ایک بات کہہ تھی“ سرائھا کراست دیکھا۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

”اصغر فارم پر چلنے کی ضد کر رہا ہے“ سرائھا کراست بالوں کو پیچھے کیا اور پھر جبکہ کر مہندی لگانے لگی۔ ”خاندانی زمینوں کی سیر کرنا چاہتا ہے وہ“ اس نے کراست مٹی۔

”مت جانا زارا! بالکل بھی مت جانا۔ اگر تم فوراً سلامت دیکھنا چاہتی ہو تو بالکل مت جانا۔“

”مجھے اس پر اعتماد ہے“ سرائھا کر دیکھا۔ ”یہ اعتماد..... یہ یقین، خوش تھی زارا.....!“

”ہمارا برسوں کا ساتھ ہے اس لیے اسے میں خود سے زیادہ عزیز ہوں۔“

ہائے یہ خوش فہم لڑکیاں! کیوں نہیں سوچتی کہ مروریافت کا پرندہ ہے۔ عورت کے قرب میں دریافت کرنے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ اڑنے میں دیر نہیں لگتا۔

”تم جاؤ گی کیا؟“ اس کے دل میں پتھڑے لگ گئے۔ ”ہاں..... لیکن کیسے جاؤں گی، رات بھر کا قیام ہوگا۔ اسی تو جانے نہیں دیں گی۔“ کون رکھ کر سیدھی ہو کر بیٹھی۔

”تو امی کو لے جاؤ نا۔“

”ہا..... ہا.....“ حیرانی سے ہنسی۔ ”امی کو..... جو تے پڑوانے ہیں مجھے کیا خود کو۔ بے فکر ہو، مجھے کچھ نہیں ہوتا..... بہانہ تراش لوں گی کوئی۔“ گھنیرے بالوں میں انگلیاں چلائیں۔

یہ عذر، یہ تادیلیں، یہ بہانے، یہ اعتماد کیسے درآتا ہے معصوم سی زندگیوں میں۔

”تم تو مٹی ہو کام سے۔ شادی کے بعد کہاں اچھو کی۔ یہ بتاؤ کہ دجاہت بھائی کیسے ہیں؟ کچھ لون شون ہوا، کوئی بات بنی۔ سچ، میں تو..... میں خود بلکہ اصغر اس قدر حیران ہو رہا تھا کہ کیسے لڑکیاں اور بچ میرا کرتی ہیں۔ اُف..... ہم تو کبھی نہ کریں۔ مشورہ دے کر لیا۔ اس کا سر جبکہ دھڑکتا تھا۔

”ملاقات تو ضرور کرے ورنہ بعد میں.....“ وہ ہنسی ”جی نہ

اپنی دفعہ کہا ہے کہ میری بات کر دو۔ مجھے نہیں اچھا لگتا کہ میں اس میں اس شادی میں خوش ہوں۔ بے غلط فیصلہ نہیں کر سکتے اور جی کرنا نہیں دوں گی۔“ بہ شکل اسے بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ اس نے غصہ کرنا دیکھا۔ زارا نے نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔ اس سے قبل مایوں کا جوڑا پہنے، اس کے ہاتھوں میں ہلکی ہری رنگ ہوا تھا، ہاتھوں میں لگ رہی تھی۔ بہت پیاری لگ رہی ہو۔

☆ ☆ ☆

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا

میں زارا ہوں، زارا حیدر دوست۔ ہم دونوں کا بچہ ہے۔ ساتھ بڑھا پے تک بڑھا اور اسٹاکس سا



وہ جو نرم گرم سے خیالوں میں کم تھا، پہلو میں ہنسی  
دلہن کا سراپا اسے ایک نئے رنگ میں جگا کر گیا تھا۔ نکاح  
کے بولوں میں شاید ایسی ہی کشش ہے۔

مگر..... دزدیدہ نگاہ برابر میں چھٹی عروسی پر ڈالی۔  
حنائی ہاتھوں کے نیچے دبا سرخ ہوا۔ انگلیاں انگوٹھیوں  
سے مزین۔ کلائیوں میں بھری بھری عروسی چوڑیاں۔  
قرب سے اٹھتی کجروں کی مہک۔ دجاہت کے سارے  
احساسات مہک سے کڑ گئے۔

ایک دم سے خوشگوار احساسات برقی گرمی۔ محفل  
میں گویا سناٹا چھا گیا ہو۔ ہر چیز اجنبی لگنے لگی۔  
”بھابی رخصتی کروالیں، دیزھنچ رہا ہے۔“ اکٹایا  
ہوا لہجہ، اس کے حواس جک گیا۔

”ادھوا“ ذوقی سے اشارے ہونے لگے مگر اسے  
کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

☆☆☆

وہ جو خوشگوار، خواب آگیز خیالات کے زیر اثر  
تھی، اس کے قریب ڈھیر سارے پھولوں کی چٹاں بھری  
ہوئی تھیں۔ بیڈ کے اطراف خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔  
سانڈ ٹیبل پر پھولوں کے ہار اور اس کا سہارا رکھا ہوا تھا۔  
نئی زندگی کا نیا سفر، نیا ہمسفر، نئے جذبے اور نئے  
احساسات۔ گھونگٹ کی اوٹ سے سامنے صوفے پر  
بیٹھے دجاہت کو دیکھا۔ جو پچھلے ایک گھنٹے سے مسلسل  
اس کو نگ کر رہے تھے۔

خوابناک سی جملہ عروسی میں سگریٹ کے دھوئیں نے  
تلخی سی گھول دی تھی۔ اس کا گلا خشک ہو رہا تھا اور پانی کی  
خواہش تھی مگر..... اب وہ سانڈ کی جانب بے دروازے  
کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے کھولا اور پھر یک لخت مڑ کر  
اسے دیکھا۔

”تم سو جاؤ.....“ یہ ایک جملہ کہا اور باہر نکل گیا۔  
اللہ جانے باہر کیا تھا، ٹیرس، کمر، بالکونی، سڑکیاں۔  
کمرے کی وہ تھا کین ششدر سی تھی۔ گلا شدید خشک  
ہو گیا۔

یا اللہ..... یہ کیا ہوا۔ کس کی بد نظری اس کی خوشیوں  
کو کھا گئی، ایسا کیا ہو گیا؟

”زارا.....“ اسنی دفعہ کہا ہے کہ میری باتیں اس سے  
جھجے نہیں اچھا لگتا کہ میں موضوع سخن  
ست کیا کرو۔ مجھے نہیں اس شادی میں خوش ہوں۔ میرے امی ابو  
ہوں۔ اور میں اس شادی میں خوش نہیں کر سکتے اور چیخ بھی ماردی تو  
میرے لیے غلا فیصلہ نہیں دوں گی۔ ”بمشکل اپنی ناگواری کو  
تسلی کو آواز نہیں دوں گی۔“ بمشکل اپنی ناگواری کو  
روکا۔ اسے بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ اس کی ذات کو  
موضوع بنایا جائے۔

زارا نے نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔ پہلے اور ہرے  
زارا نے نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔ پہلے اور ہرے  
احراج سے شلک بالوں کا جوڑا پہنے، جس کے دوپٹے پر  
ہر گونا گوا ہوا تھا، ہاتھوں میں پیلی ہری چوڑیاں۔ نازک  
کا مٹی اس کے بے حد حسین لگ رہی تھی، قدرے ناراض سا  
انداز۔

”بہت پیاری لگ رہی ہو“ بے ساختہ اسے ساتھ  
کہا۔  
”دو بھی نہیں دی۔“

☆☆☆

میں زارا ہوں، زارا حمید۔ اس کی بے حد عزیز  
بیاری دوست۔ ہم دونوں کا بچپن کا ساتھ ہے۔ خدا  
کرے یہ ساتھ بڑھاپے تک برقرار رہے۔ آمین!  
اور نچ اسٹائش سا ٹراؤزر، بلیک اور نچ  
ایئر اینڈری والی شرٹ، شانے پر جھکا ہوا ڈھلکا سا دوپٹا۔  
خوبصورت چہرے پر میک اپ کی چمک۔ اپنی گھنیری  
پکوں کو چھپکانی، شوخ سی مسکراہٹ سے اس کی جانب  
دیکھتی وہ ایک گھٹ پیک بو کے کے ساتھ اس کی جانب  
بڑھ رہی تھی۔

دجاہت نے سراٹھایا اور چونک گیا۔ لاکھ میک اپ  
کی دیز تہوں میں چہرہ چھپا ہو، مرد اس عورت کو پہچان لیتا  
ہے جس کو بار بار اہوں میں دیکھا ہو۔ دجاہت کی پیشانی  
پر ہل پڑ گئے۔

زارا کی آنکھوں میں ٹپکتی ٹپکتی ہنسی تھی۔ وہ  
اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔ اب وہ اس کی باتیں کر رہی  
تھی اس کا کمر جھک رہا تھا۔  
دل میں ایک دم سے ابال اٹھ گیا۔

UrduPhoto.com



PAKEEZA 2022

تہیجے۔ اتج پر تہیجی اسما اپنے آپس بچاے اس

MAY 2005

[illegible]



MAY 2005 (1) PAKEEZA (1223)



رومانس، محبت، ذومعنی اشارے، شوخ ہنسی،  
شرارتی انداز اور بے ساختہ تہمتیں (جو اس کے دل میں  
غائب تھیں۔

”دے لے گی، کیوں نہیں دے گی، بہت ذہین، فطین اور سمجھ دار ہیں اپنی دوست کی طرح۔“ طنزیہ انداز تھا۔

89501 05.03.2004 18.11.2004 Photo.com  
MAY.2005 01 PAKISTAN 2224



وہ ہلک گئی۔  
 "اے قہر تو ہم نے اس کا انتخاب نہیں کیا" ندا  
 نے سانس لگا لیا ہے۔  
 "اس کی جانب دیکھا وہ کچھ کہتے  
 "ہاں آپ  
 "تجھے پھر سے رک گیا۔  
 "کہو"

”تم پردہ کرتی ہو؟“ اسے حجاب لیتے دیکھ کر وہ  
 کہی گیا۔ اس سے زیادہ وہ اس کے لہجے اور انداز پر  
 لگی۔

اس وقت دواہی کے گھر فاضل کی بکس، نوٹس اور  
بٹ شیٹ لینے جا رہی تھی۔ ایگزام تو اس نے لازمی دینا  
پورے سال کی محنت تھی حالانکہ ذہین و دل دونوں  
تھکے مگر وہ سال کھونا نہیں چاہتی تھی۔

”جی.....“ زیر لب کہا۔  
 ”اس پردے کی آڑ میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔  
 شرفے میں بربادی اس وجہ سے تو آئی ہے، شریف  
 دیاں اور کرپٹ سب کا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے“ اس  
 بات پر غور کیے۔ اس کا لہجہ پھینکارتا ہوا تھا۔

نہ لیا اللہ دیکھا ہو کر رہا ہے اور یہ کسی بارے کی سزا ہے۔  
 کیا کہا ہو گیا ہے آخر جو یہ مجھ پر یوں شک کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ  
اس کی تہمتیں کے باہر  
فرما دلی تیمو کی زندگی  
کے پافسوں واقعات پرستش  
دنیا کا طویل ترین سلسلہ ولایت تانور  
یہودیوں نوڈ کے گن جوڑ کے خلاف وطن پرست  
انڈیا کی ایک نئی ملک مقرر ریاست کی پیشہ دانہ زندگی کے حقیقی نقشے  
انڈیا اور مشرق کی کوکہ سے جتنے ہوائی کیت کیلانیوں کی باہر افروغیہ مزم و مزم اور  
حقیقی کی ایک نئی ملک مقرر ریاست کی پیشہ دانہ زندگی کے حقیقی نقشے  
انڈیا اور مشرق کی کوکہ سے جتنے ہوائی کیت کیلانیوں کی باہر افروغیہ مزم و مزم اور  
انڈیا اور مشرق کی کوکہ سے جتنے ہوائی کیت کیلانیوں کی باہر افروغیہ مزم و مزم اور

ماؤمکی کے سپنس میں پڑھے

## گرنل صاحب کی مسجد

احمد اقبال کے قلم سے یکسر مختلف انداز کی کہانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام

مصریوں کے بنی اسرائیلیوں کی قلم و ستم کی عبرتناک داستان

## سچ کی سواہی

محبّتوں کے نقیب طاہر جاوید غل کی تحریر کردہ ایک داستانِ محبت

سپنس کے آخری صفحات کا توشہ خاص

مازہ شمارہ آپ کے عزیز کی ایک مثال پر دستیاب ہے



کون سا ایسا حادثہ ہو گیا ہے ان کے ساتھ۔ اسامانے  
دو تون ہاتھوں میں سر تھام لیا۔ اس کا ذہن الجھ کر رہ گیا  
تھا۔ کتابیں اور نوکس اس نے بھاگی سے منگوا لیے تھے۔  
اپنی تیاری وہ بابا کے اسٹڈی روم میں کر رہی تھی۔ چڑھتی  
گم اور سوچتی زیادہ رہتی تھی۔ بابا بدکردار ہے تھے۔

☆☆☆

”وجاہت، یہ تم بہت بڑا کر رہے ہو۔ یہ شادی  
تمہاری پسند اور رضامندی سے ہوئی ہے۔ اب تمہیں اس  
میں کیا خامیاں نظر آئیں جبکہ ابھی شادی کو محض ایک ماہ  
ہوا ہے۔ تم کبھی گھومنے پھرنے نہیں گئے۔ اسے کہیں لے  
کر نہیں جاتے۔ تمہاری پیشانی پر بل رہتے ہیں، کیوں  
آخر؟“ ندا بھابی نے اسے پکڑ لیا۔

”آپ کا وہم ہے بھابی!“

”نہیں وجاہت! یہ میرا وہم نہیں، شجاعت کا یقین  
ہے۔ انہوں نے میری توجہ اس جانب کرواتے ہیں۔ ایسا  
کیوں ہے؟ اسما بہت اچھی لڑکی ہے۔ تم اتنا کیوں بدل  
گئے ہو۔ تمہارا ہنسنا کھیلنا، شوخی شرارت، کھلکھلانا، سب  
..... سب ختم ہو گیا، ایسا کون سا تمہیں دکھل گیا ہے کہ تم  
ہر وقت حالت مراقبہ میں رہتے ہو؟“ وہ اچھی خاصی اس  
کی کلاں لے رہی تھیں۔

”میں پریشان ہوں“ دیکھی سی آواز تھی۔ ندا بھابی  
سے اس کی بہت اچھی دوستی تھی۔ وہ پوچھنے کا حق رکھتی  
تھیں۔

”کیا پریشانی ہے؟“ بغور اس کا جائزہ لیا۔ ”کیا  
تمہیں اسما پسند نہیں آتی؟“

وہ انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ ”مسئلہ کوئی اور ہے، ابھی میں  
کسی سے شیئر کرنا نہیں چاہتا۔“ اٹھ کر باہر نکل گیا اور ندا  
بھابی اسے دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

رواں اور انوکھی روشنی کے ساتھ اپنے گھر پر واپس آیا۔  
یہ لے آئی تھی۔ کتاب بھی اس نے زارا کی منگوائی تھی۔

بیت پر دو کوئی دو ہاتھوں میں لکھی گئی تھی۔ وہ لکھی گئی تھی۔  
وجاہت دراز تھے اور ان کے ہاتھ میں وہی بک تھی اور  
چہرے کی رنگت بھی ہوئی تھی۔ وہ بھابی کے ساتھ تھے۔

کوئی کہانی سنا رہے تھے۔

”بیت پارسا شریف اور بابا پردہ ہو“ اسے گھر کا  
چار ہاتھ تھا۔ وہ جو بھگ کر نوکس سمیت رہی تھی، بھگ  
گئی۔

”یہ اصغر اور شیریں کون ہیں؟“

”جی!“ وہ ساکت ہی تو رہ گئی۔ ایک رنگ سام کر  
اس کے چہرے پر گزرد گیا۔

”بولو، جواب دو۔ یہ کتاب تمہاری نہیں، کرور  
انکار، ڈال لو اپنی معصومیت کا پردہ۔!“ وہ سیدھی  
ہو گئی۔

”یہ کتاب میری نہیں، زارا کی ہے اور وہ بہتر جانتی  
ہو گی کہ یہ ذات شریف کون ہیں؟“ اس نے رخ  
پھیر لیا۔

”اچھا! وہ تو تمہاری بچپن کی کھیل ہے۔ ساتھ کھیل  
ہے اور تم اس کے کسی کھیل سے واقف نہیں ہو؟“ وہ اندھ  
بیٹھا۔

”نہیں“ اس کی عزت دراصل اس کی عزت تھی اور  
وہ لاعلمی کا پردہ ڈال کر خود کو محفوظ کر رہی تھی مگر یہ کوشش  
فضول رہی۔

”یا تم..... اپنی عاشقی چھپا رہی ہو؟“

وہ جھٹکے سے مڑی ”کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“

”جو تم سن رہی ہو۔“

”آپ غلط کہہ رہے ہیں اور غلط سمجھ رہے ہیں۔  
آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔“ اپنے محل اور ضبط کو اپنی  
پناہ میں رکھا۔

”وہ تمہاری دوست جو ہے سو ہے، تم..... تم کیا  
ہو..... دوستی کے رنگ میں نہیں رنگیں، کیا تمہاری  
مصرفیات وہ نہیں..... کیا ایک کا چکر اس سے ہے تو یہ  
دوسرا شخص.....“ وجاہت کے وجود میں آگ جل رہی  
تھی اور اسما کے ہاتھوں کے طوطے اڑے ہوئے تھے،  
باللہ ایہ کیا ماجرا ہے۔

”میں نے بتایا ہے کہ کتاب زارا کی ہے اور میرا  
اس قسم کی داہیات باتوں سے کوئی تعلق یا سلسلہ ہے نہ  
یہ پسند کرتی ہوں۔“



بہت خوب۔ اتنی پاکیزگی۔ اتنی

نے تمہارا ڈالا تھا۔ آنکھوں میں سرچشمی ہی نہیں لگیں۔  
کتنا سبک دلیت سے کر رکھا تھا خود کو، کبھی کسی کی  
جانب نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا کہ کہیں وہ کسی گناہ کی  
مرکب نہ ہو جائے اور اس کا شریک سفر اس کے پاس  
میں کیا رائے رکھتا ہے۔ گواہی، ثبوت اور یقین تو گناہ  
کے لیے ہوتے ہیں۔ داغِ ندامت دھونے کے لیے  
ہوتے ہیں۔ وہ تو اپنی نگاہ میں پاک تھی اور اس کا شوہر  
اسے گناہ گار سمجھ رہا تھا۔ اسے دوسروں کے حوالے سے  
دیکھ رہا تھا۔ وہ سارے ہی اٹھ بیٹھی۔

”آف“ دھیرے سے سر ہاتھوں میں تھا ملایا۔ اس  
کا وجود کٹ رہا تھا۔ زندگی نے کیسا مذاق اس کے ساتھ  
کیا تھا۔ بے ارادہ سر جھکا کر کتاب کھولی۔ سامنے ہی لکھا  
تھا ”اصغر..... اصغر“ چند صفحے اور پلے ”شیری.....“ اس  
نے کتاب بند کر دی۔ اس کے دل کی دھڑکن بند ہونے  
لگی۔

”اصغر تو ذرا کا..... یہ شیری کون.....؟“

”آف.....!“ آگئی کا در اس پر دھوا ”تو..... تو  
وجاہت شیری کو اس کی ذات سے منسلک کر رہے ہیں۔“  
”نہیں.....!“ اس کے رونگٹے کھڑے ہونے  
لگے۔ وہ اسے بُری، کرپٹ لڑکی سمجھ رہے ہیں۔ مگر وہ یہ  
سب کیسے جانتے ہیں۔ وہ..... تو..... اس کا ذہن الجھتا  
جارہا تھا۔

وجاہت کا گریز، بے اعتنائی، الجھا ہوا لہجہ، اسے  
جواب لینے پر ٹوکنا تو کیا وہ شروع دن سے..... اسے کچھ  
سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

وہ کیا جانتے ہیں، کیا سمجھ رہے ہیں؟  
کہ..... میں..... میں بھی..... نہیں..... آف..... میرے  
خدایا! میری راہنمائی فرما، ان غلط فہمیوں کے ہادلوں کو  
بھٹکا دے۔ یہ رنجشوں کے بادل کہیں اور جا کر برسیں۔  
کہیں اور جا کر برسیں.....“ وہ بھل بھل رونے لگی۔

☆☆☆

وہ امتحان دینے کے لیے امی کے گھر آ گئی۔  
وجاہت نے اس سے باز پرس نہیں کی مگر، اس پر  
الزام لگایا تھا اور فی الحال اس کے پاس ثبوت نہیں تھا۔

”وہ چیخ پڑی۔“ مجھے اپنی پاکیزگی، حرمت  
پارسی پر فخر ہے۔ میں کسی بُری لت میں جتا تھی، نہ  
مجھے جہاں پہنچنا تھا اللہ نے مجھے پہنچا دیا ہے۔ میں  
فصلوں پر شکر کرتی ہوں۔“

فصلوں پر شکر کرتی دوست پر تمہاری پارسی کا اثر کیوں  
پر تمہاری دوست میں مبتلا اسے گھور رہا تھا۔

”وہ بے یقینی میں مبتلا اسے گھور رہا تھا۔  
پانچ اسی طرح سے جیسے میں اس کے رنگ میں  
پس رہی۔“

”اچھا! تو تم تسلیم کر رہی ہو کہ وہ ایک بُری لڑکی  
اس کے سر پر کھڑا اس کے لیے امتحان بن گیا۔

”میں نے کب کہا ہے یہ.....“ وہ سخت ہراساں  
تھی۔

”باتی تو ہوتا.....“  
”پلیز.....“ اس نے رخ موڑ لیا ”مجھ سے اس قسم  
کی فضول باتیں مت کریں۔“

”فضول باتیں.....“ وہ جھٹکے سے آگے بڑھا اور  
اسے پکڑ کر بیڈ پر پٹخ دیا۔ ”یہ فضول باتیں ہیں، جنہوں  
نے میرا جینا مرنا محال کر دیا ہے، میری زندگی عذاب  
باری ہے۔ کیا تم نہیں جانتیں اپنی دوست کے متعلق،  
بہن کی سبیلی راز داں نہیں ہوگی تو کیا اس کی ماں ہوگی یا  
بہن ہوگی۔“ خشکیں لگا ہوں سے دیکھتا اس پر جھکا۔

”ماتا تم، دوستیاں، محبتیں اسی دوستی کی آڑ میں  
ہوتی ہیں۔ مجھے گواہی دو کہ..... تم..... کتنی پارسا ہو۔“

اس کا لہجہ کھا جانے والا تھا اور اسما ساکت رہ گئی۔ ”وہ  
تمہاری دوست ہے، تم کتنی گناہ گار ہو؟ میں اس  
ساحرے کا فعال رکن ہوں، تم میرے ساتھ چلو گی تو  
لوگ باتیں تو نہیں کریں گے، وہ جاری فلانے کی  
منہ زنی۔“ اس کا دل بے گھوم گیا۔ آنکھوں کے آگے  
اندھرا چھانے لگا۔ اور اگر تمہارا ہے اس کی محبت نہیں  
ہے۔“ وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔ ”میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“

”وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔“ میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“

”وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔“ میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“

”وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔“ میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“

”وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔“ میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“

”وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔“ میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“

”وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔“ میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“

”وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔“ میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“

”وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔“ میرے گھر میں تمہاری  
گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ باہر نکل گیا۔“



اور وہ بیوت کہاں سے دیتی، کوئی کہانی تھی ہی نہیں۔ محض بدگمانی تھی اور بدگمانی کی زرد شاخیں بہا کر آنے پر ہی گر جاتی ہیں۔

اس کے آنے کی خبر سن کر بھی زارا نہیں آئی۔ اس کی دوستی نے اس کی زندگی کو لوگ دورا ہے پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔

”امی! زارا کہیں گئی ہوئی ہے، آئی نہیں.....؟“

”معلوم نہیں۔“ ان کا جواب مختصر تھا، اسے چونکا گیا۔

”کوئی گزبڑ ہے شاید، میں اسے نوں کرتی ہوں۔“

”کیا ضرورت ہے اسے نوں کرنے کی، آرام سے بیٹھو، امتحان دواور گھر جاؤ۔ کیا ضرورت ہے ایسی لڑکی سے راہ و رسم بڑھانے کی۔“ امی کا لہجہ اکٹایا ہوا اور بے زار تھا۔

”کیا ہوا ہے امی!“ دھیرے سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ انہوں نے اک نگاہ اسے دیکھا اور گہرا سانس لیا۔

”بدنامی کا طوق بن کر گلے میں لٹک گئی ہے اپنے خاندان کے لیے۔“

”جی.....!“ وہ ہونق رہ گئی۔

”چاہنے کس خصلت کی لڑکی تھی۔ عزت راس ہی نہیں آئی اسے۔ اس نے چپ چاپ تے نکاح کر لیا کسی سے اور گھر سے بھاگ گئی۔ وہ کوئی اسمگر تھا، اس سے بڑا کام لینا چاہتا تھا۔ نشے کی چیزیں اور دوسرا چوری کا سامان لے کر باہر جا رہی تھی کہ پکڑی گئی اور.....“

”اور.....؟“ اس کا سانس رکنے لگا۔

”اور آج کل..... جیل میں ہے۔“

”ہائے.....“ اس کا سانس رک گیا۔

”اس کا کیس چل رہا ہے مگر لڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کے گھر والوں نے اسے بٹی ماننے سے انکار کر دیا ہے۔“

”امی.....!“ اس کا دم رکنے لگا، آنکھوں کی پانی کی دھاریاں اترنے لگیں۔

”امی.....!“ اس کا دم رکنے لگا، آنکھوں کی پانی کی دھاریاں اترنے لگیں۔

”امی.....!“ اس کا دم رکنے لگا، آنکھوں کی پانی کی دھاریاں اترنے لگیں۔

”امی.....!“ اس کا دم رکنے لگا، آنکھوں کی پانی کی دھاریاں اترنے لگیں۔

کیا ہو گیا۔ زارا، مجھ سے تو کہیں، میں تمہیں سمجھاتی، یہ تم کن راستوں کی مسافر بن گئیں؟

اس نے تو رشتہ بھیجنا تھا۔ یہ کیسے ہو گیا؟ یہ تم نے کیا کر لیا؟ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

حلیہ اسے بس تسلی دے کر رہ گئیں۔

”تم نے نتائج کی پروا کیسے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے اٹھالیا؟“ وہ جو یہاں امتحان دینے آئی تھی، اس سے بھی گئی۔

زارا کا کیس اخبار میں آ رہا تھا۔ دھینا دجاہت نے بھی پڑھا ہوگا، ابھی تو.....!

اب..... اب وہ کیسے گواہی دے گی؟ زارا سے کس طرح مل سکتی ہے؟ سوچ سوچ کر اس کے سر میں درد رہنے لگا تھا۔

جیسے تیسے کر کے ایزاز دے دیے۔ امتحان دیے بھی ایک ہفتہ گزر گیا۔

”اسا! کتنے دن ہو گئے، دجاہت نہیں آیا۔ کیا آئے گا تمہیں لینے؟“ امی پوچھ رہی تھیں اور وہ سر جھکائے گم صم تھی۔ کوئی اسے بتائے کہ کب آئیں گے؟ آئیں گے بھی یا نہیں۔ کسی اور کے گناہ کی سزا اس نے بھگتنی تھی۔

”ابھی میں نے منع کر دیا ہے۔“

”کیوں؟“

”زارا کا دکھ بھولتا نہیں ہے امی! وہ باہر کیسے آئے گی؟ اب تو اسے عقل آگئی ہوگی۔ انکل آئی اس سے ملنے گئے؟“ بے چینی سے پوچھا۔

”نہیں، ان کے گھر سے کوئی نہیں جاتا“ اس کا دل درد سے بوجھل تھا اور کچھ پوچھنے کی گنجائش نہیں تھی۔

انہی دنوں ندا بھابی کا نوں آ گیا۔

”بھابی!“ اس کا لہجہ سسک اٹھا۔

”تم دونوں کے بیچ ایسا کیا ہو گیا ہے اسما، دجاہت تمہیں لینے کیوں نہیں آ رہا، کیا جھگڑا ہوا ہے؟ وہ کچھ بولا نہیں ہے۔“

”ہمارے درمیان تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی بھابی!“

وہ شروع سے ایسے ہیں، پہلے دن سے بے اعتنائی کی راہ







مائدان، اخلاق، چال چلن سے محبت کرنی چاہیے۔  
فطریں تو انسان بدل لیتا ہے، بہرہ پ  
چہ حاکم مگر۔

”اسا“ بے حد قریب سے آواز ابھری۔ چونک کر  
سراٹھایا اور پھر بڑبڑا کر کھڑی ہوئی۔ داحف بھائی پیٹ  
کی جیب میں ہاتھ ڈالے بالکل سامنے کھڑے تھے۔ اس  
کی رودی ہوئی آنکھیں، سنا ہوا چہرہ، سر بھایا ہوا روپ۔  
سب ان کی نگاہوں کی زد میں تھا۔

”کیا ہوا ہے تمہیں؟“

”کچھ نہیں“ نگاہ چرائی۔

”و جاہت سے جھکنا ہوا ہے کیا؟“

”نہیں تو۔“

”پھر۔۔۔ پھر وہ کیوں نہیں آ رہا؟ ڈیڑھ ماہ ہو رہا

ہے، تمہارے امتحان کو ختم ہوئے۔ بتاؤ، کیا بات  
ہے؟“ انہوں نے محبت اور ہمدردی سے اس کے شانے  
پر ہاتھ رکھا اور اسے لے کر تخت پر بیٹھ گئے۔

”تم مجھے بھائی سمجھ کر نہیں، ایک بہن سمجھ کر اپنا مسئلہ  
حل کر سکتی ہو۔ بتاؤ؟“ ہمدردانہ شفقت سے اس کے سر  
پر ہاتھ رکھا۔

”بھائی۔۔۔!“ وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ ”انہیں

زارا کے بارے میں پہلے دن ہی جانے کیسے پتا چل گیا  
تھا۔ وہ پہلے دن سے ہی مجھ سے ناراض، خفا ہیں

وہ۔۔۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بھی زارا جیسی ہوں۔۔۔ میرا  
کردار، میرا عمل، میری دوستیاں ویسی ہی ہیں۔ میں بھی

بد کردار اور کرپٹ ہوں۔ مجھ سے انہوں نے ثبوت اور  
گواہی مانگی ہے پاکی داماں کی۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔ اس

کی ہچکیاں بندھ گئیں ”میں کہاں سے لاؤں۔۔۔  
گواہی۔۔۔ میں ایسی ہوں ہی نہیں۔۔۔ تو۔۔۔ تو۔۔۔“

داحف ساکت رہ گیا۔ وہ اپنے بازوؤں میں منہ  
چھپائے سسک رہی تھی۔ دوسرے دن اسے اپنے ساتھ

چاہیے۔ ہمیں برائی ہی نہیں جاو کرتی بلکہ نرے لوگوں کی  
محبت بھی داغ دار کرتی ہے۔ اس۔۔۔

”میں۔۔۔ میں تو اسے سمجھاتی تھی۔“  
بعض لوگ سمجھانے سے نہیں سمجھتے بلکہ کھائی میں  
مگر اس کی گہرائی کا اندازہ لگاتے ہیں اور اس کے نتائج

ان کے پیاروں کو بھگتنا پڑتے ہیں، جن کا انہیں احساس  
بھی نہیں ہوتا۔“ داحف کا لہجہ دھیمہ ہو گیا۔  
اسا کے دل میں ایک بار پھر خشک نے سراٹھایا۔ کہیں

زارا اور بھائی۔۔۔!“  
”انھو، نماز پڑھو، اپنے لیے دعا مانگو، سب ٹھیک  
ہو جائے گا۔“

اس کے دکھے ہوئے دل پر تسلی اور تسلی کے چھاپے  
رکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔  
بو جھل دل اپنا دکھ کہہ کر ہلکا ہو گیا تھا۔

☆☆☆

نیل بہت دیر سے سو رہی تھی۔ نیچے شاید کوئی نہیں  
تھا۔ وہ جو تخت پر سیدھی لیٹی آسمان پر اڑتے پرندوں کو  
دیکھ رہی تھی۔ آوارہ بادل ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ

رہے تھے۔ آنسوؤں نے تو آنکھوں سے دوستی کر لی تھی۔  
اپنے دکھ پر اور زارا کے غم میں آنکھیں ہمہ وقت گریہ  
و زاری میں مبتلا رہتی تھیں۔ عصر کا وقت تھا، ابھی نماز پڑھ

کر اوپر آئی تھی۔  
نیل پھر کچی۔ انھی اور پیچھے سے محوم کر میسر بر آئی۔  
ذرا سا آگے جھکی اور بے اختیار چونکی۔ گھر کے گیٹ پر

بلیک گاڑی کھڑی تھی، اس نے فوراً پہچان لیا۔  
”بابا۔۔۔ امی۔۔۔ بھائی۔۔۔ بی۔۔۔!“ بے اختیار  
پلٹ کر بھاگی۔ اس کی بے گناہی کا یقین بن کر سب

کھڑے تھے۔ پاؤں رکھ کہیں رہی تھی پڑ کہیں رہا تھا۔  
خوشی کے آنسوؤں پر پھسل رہے تھے۔ آنسوؤں کی  
نرمیت لمحہ بھر میں بدل گئی تھی۔ یکدم ہی پاؤں پھسلا،

پچھلے سنبھلتے بھی سر دیوار سے ٹکرایا اور پیشانی سے خون  
”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ اس۔۔۔ اس۔۔۔ بیٹا۔۔۔“  
امی نے شاید گیٹ کھول دیا تھا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ اس۔۔۔ اس۔۔۔ بیٹا۔۔۔“



”جی اے میں اسٹڈی کروں میں تو نہیں تھا“ حیران ہوا  
اور پھر ایک دم سے چونک گیا مگر بات منہ سے نکل چکی

ہو لو..... اور اس لہر میں خوی اور سکون قائم رہے۔

وہ سجدہ تھا۔

اس کا دل ڈوب  
کے کوشش کرنی ہے۔  
میرے لفظ کو ابھی  
ت ہے۔ اس کی

پلٹ گئی۔ اس کا  
ت کی تھی۔  
بے یاروم میں نہیں  
تھا اس کے پاس  
بندی روم میں نہیں  
گئی تھی۔  
کہاں  
کی، اسور... گیسے  
ت بگا۔  
کے چیل بدلتی و  
ای نیند کی دوا۔  
جہات مگر نہیں آئے  
نیں بیٹا! بابا!  
سو نے جارہی  
نے اچھی  
ارے  
رودرام بن کر  
کر گیا ہے؟  
اثبات میر  
دون حم ہے مجھے، تم  
س "اسا  
بیکب معلوم  
ب اختیار ہو  
آ نکھیں  
"ہاتھ  
یا کہ رہا



مرا کام مری سوچ تجھ سے وابستہ  
مری تو زیست کا ہر رنگ تجھ سے وابستہ  
جبر کی رات میں روشن ہے تری یاد کا چاند  
وصل کی صبح کا سورج ہے تجھ سے وابستہ  
ترے دل نے بھی کبھی مجھ کو ہے پکارا بھی  
مرے دل کی ہر دھڑکن ہے تجھ سے وابستہ  
تو کھلا ہے جو مرے دل میں پھول کے مانند  
آج سے پیار کی خوشبو بھی تجھ سے وابستہ  
تو مرے دل سے مری روح میں سایا ہے  
اب تو ہر سانس کا رشتہ ہے تجھ سے وابستہ  
لب پہ جو پھول تھے خوشیوں کے سب ہی تیرے تھے  
آج اس آنکھ کے آنسو بھی تجھ سے وابستہ  
ہم کسی راہ چلیں پاس ترے پہنچیں گے  
کہ مری راہ کے رستے ہیں تجھ سے وابستہ  
میں تجھے کیسے بھول جاؤں مرے دشمن دل  
کہ مری سانس کا رشتہ ہے تجھ سے وابستہ

غزالہ ضیا، کراچی

گھر تمہارا ہے بیٹا! اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "تمام  
تھکیاں، ناراضگیاں اور بدگمانیاں ختم ہو جانی چاہئیں۔"  
"بابا! بدگمان وہ ہیں، ناراض وہ ہیں۔ میرا  
قصور۔۔۔۔۔ اپنے کمرے سے انہوں نے نکالا ہے۔  
میں۔۔۔۔۔ میں کوئی پیش قدمی نہیں کروں گی" ضدی سا  
انداز، دوپٹے سے چہرہ صاف کیا۔

"اچھا!" وہ حیران ہوئے۔ "پھر تم اسٹڈی میں  
جا کر سو جاؤ" اسے اجازت دی۔ "اس ناراض بچے سے  
نمٹ لیتا ہوں میں" وہ اس کا ساتھ دینے لگے۔  
"سچ!" بھئی آنکھوں سے دیکھا۔ دوسرے لمحے  
گڑبڑا گئی۔ دروازے پر دجاہت تھے اور انہوں نے  
شاید سن لیا تھا شکایت لگاتے، نظر چراہی۔

بابا! وہ سنجیدہ تھا "میں کوشش کرتا

کوشش کرتا۔۔۔۔۔ اس کا دل ڈوب گیا۔ "یعنی ابھی  
کوشش کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ دل صاف نہیں  
ہو کر اور ہر عمل، میرے لفظ گواہی نہیں۔۔۔۔۔ اور کس  
شے کی ضرورت ہے۔" اس کی گھنیری پلکیں بج گئیں

ایک دم سے پلٹ مئی۔ اس کا دل بوجھل ہو گیا  
رات بھر قیامت کی تھی۔  
خود سے اپنے بیدار دم میں نہیں جانا تھا، کوئی گواہی،  
لی ثبوت نہیں تھا اس کے پاس۔ اپنی حرمت اور  
اسٹڈی روم میں نہیں سو سکتی تھی۔ بابا کی  
دل میں آگئی تھی۔

پھر کہاں۔۔۔۔۔ ڈرائنگ روم،  
پھر ہالکونی، اسٹور۔۔۔۔۔ گیٹ روم یا۔۔۔۔۔ یا پھر  
بہر کمرے جگا۔

نیل وڈن کے چمچل بدلتی وہ اپنے سونے کے لیے  
جانتی رہی۔ امی نیند کی دوائے کر سوتی تھیں۔ بارہ بج  
تھے، دجاہت گھر نہیں آئے تھے۔

"تم سوئیں نہیں بیٹا!" بابا لاؤنج میں آگئے۔  
"وہ بابا، سونے جا رہی تھی، یہ نہیں آئے ابھی

"ہیں۔۔۔۔۔ دجاہت نہیں آیا، کہاں گیا ہے؟ بتا کر  
میں کیا؟"

"اچانک پروگرام بن گیا تھا کہیں جانے کا۔"  
"جنہیں بتا کر گیا ہے؟" بغور اس کا جائزہ لیا۔  
"ہاں۔۔۔۔۔" اثبات میں سر ہلایا۔

"معلوم ہے مجھے، تم جھوٹ نہیں بولتیں، جو بات

آپ کو ب معلوم ہے بابا! پھر۔۔۔۔۔ مئی۔۔۔۔۔ اس  
آنسو بے اختیار ہو گئے۔ کتنی دیر شدت سے  
دے کی خواہش تھی۔

"تم اس گھر میں اجنبی نہیں ہو، یہاں نہیں ہو۔ یہ



”سننے میں تو میں ہیں، میں بھاگ کر تو نہیں آئی۔  
میں گویا داروں میں پھر اچھیر، پھر اداں صاف ہے۔“  
اس کی ایک مہذبہ ہوتی تھی۔  
”السلام سلیم بابا!، جاہت ادا آ گیا۔“  
”جنگل اسلام ایہ تمہارے آنے کا نام ہے؟“ سکتی بار  
کہا ہے جلدی آیا کرو۔ کوئی پروگرام ہو تو فون کر دیا  
کر دو گھر والوں کو تو کوئی پریشانی نہ ہو مگر تم شتر بے مہار  
ہوئے جا رہے ہو، گراؤ چلے جاؤ تمہارا علاج بھی۔“ اس  
کی دلچسپی طرح سے گھاس لے لی۔

”آئی ایم۔ سوری۔ بابا! دراصل میں۔“  
”رات کو صرف پادیاں اور میاں پادیاں ہوتی ہیں، کوئی  
سوری نہیں۔ جاؤ بہو اتم سوڈ جا کر۔ یہ خود کھانا لے گا،  
تم اس کا کوئی کام نہیں کر دو گی۔“

”جی بابا!،“ وہ سر جھکا کر اسٹڈی روم میں چلی گئی۔  
”اور تم۔“ اس کی جانب رخ کیا ”ہم بچی کو  
اپنی ذمے داری، اپنی محبت میں بیاہ کر لائے ہیں۔ ہمیں  
تمہارا کردار اس کے لیے ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ جو فیصلہ تم  
نے نکل کرنا ہے، وہ آج کر لو۔ وکیل کو بلا کر کاغذات تیار  
کر دیتا ہوں۔ ہماری شرمندگی ہے نا، ہم خود سہہ لیں  
گے۔ تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں، اذیت سے  
نجات مل جائے گی تمہیں۔“ غلو صاحب اپنے بیڈ روم  
کی جانب بڑھ گئے اور دجاہت بھاگتا کھڑا رہ گیا۔

آج تو ایک نئے دن کی شب تھی۔ بدگمانی کے بادل  
چھٹ گئے تھے۔ آج تو شب زفاف کے ارادے سے  
اپنی عروس کو منالینا تھا، آج تو شکوک و بدگمانی کے  
زہر پلے پرندوں نے اس کے دجود کو رہا کر دیا تھا۔ وہ  
صوفے پر گر گیا۔ یہ بابا کیسی بات کر گئے؟ رخ موڑ کر ان  
کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔

شام کو تو دارالامان میں زارا سے ملا تھا خصوصی طور

پر۔ دماغ نے اپنے دوست کے قہر والے کلمے کو مقدمہ لڑا تھا  
اور وہ بے گناہ ثابت ہوئی تھی۔ اصغر اور اس کے کارکنوں  
نے اپنے اپنے جال میں پھنسا لیا تھا ان کا کام ہی یہ تھا  
پیسے کی چمک دکھا کر گانہ کی تم سن، مضموم، بھولی بھائی  
لڑکیوں کو امارت محل کے خواب دکھانا ان کو محبت سے کہتے تھے۔

”جی صاحب!،“ وہ

سہانے اور چھپے چھپے کھانسن کے حواصات کو  
کے وجود سے نکالنا اور پھر حقیقت کو اس کے  
میں متبیہ کر لینا۔ زارا کی ہر طرف تھک چکی تھی  
جگہ موڑی بھی باقی تھی اور میرا سے ایک شل کھانسن  
اپنے خاندان اور گھر کی عزت عباسی کے لیے وہ  
کہا مانتے کے لیے مجبور ہوئی تھی کہ ایک بھائی سے اسے  
پکڑا دیا۔ عالم جنوں اور نفرت میں اس نے بھی ایک  
ایک کا نام لے دیا تھا۔ واقعی محبت ادا کی ہوتی ہے  
چندے دھوکا دیتے ہیں۔  
”اسا سے کہیے گا، آت مجھے یقین آ گیا ہے کہ میں  
دریافت کا پرندہ ہے۔ عورت کے قرب میں اگر نہ پلٹ  
کرنے کو کچھ نہ ہو تو وہ ازلے میں دیر نہیں لگتا۔ اس سے  
یہ بھی کہیے گا کہ اس کی تمام باتیں جی جی میں۔ میں پاگل  
نادان محبت میں پاگل بھی، اس نے کہا تھا کہ محبت صرف  
شرعی اور حقیقی رشتوں سے منسلک ہو تو عزت، توقیر اور  
امان بن جاتی ہے۔

ہم جیسی لڑکیاں محبت کے نام پر لٹی اور بدنام ہوتی  
ہیں۔ والدین کے لیے کلنگ کا ٹیکا بن جاتی ہیں۔ مجھ جیسی  
لڑکیوں کو واقعی والدین کو دھتکار دینا چاہیے۔ انہیں کہیں  
امان نہیں ملنی چاہیے جو ان کی آنکھوں میں دھول جھونک  
کر نکل جاتی ہیں۔ آج وہی دھول میری آنکھوں کی  
چھین بن گئی ہے، یہ میری سزا ہے۔ والدین سے، اپنے  
پیاروں سے جھوٹ بولنے کی۔ میں نے اس جیسی غلطی  
بہر داور پیاری دوست کی قدر نہیں کی۔ اس کی باتوں کو  
دیوانے کی باتیں سمجھا۔

مجھے معلوم ہوا ہے میری غلطیاں، میرے گناہ اس  
کے لیے سزا بن گئے ہیں۔ دجاہت بھائی! اس کا کوئی  
قصور نہیں۔ اس سے بدگمان نہ ہوں۔ اسے میری خاطر  
معاف کر دیں۔ وہ بہت اچھی اور نیک لڑکی ہے۔ کسی بھی  
خالص پاکیزہ مرد کا آئیڈیل حریم دل لڑکی۔“

اسا نے اپنی حرمت و پاکیزگی کی کوئی گواہی نہیں  
دی۔ یہ لڑکی زارا خود بخود اس کی پاکیزگی کا ثبوت بن گئی  
تھی۔ اس کے دل سے بدگمانی کے بادل چھٹ گئے  
”جی صاحب!،“ وہ  
”تمہاری بیگم صاحبہ  
”جی میں۔“  
”جاؤ ان سے چھ“



# فارسین متوجہ ہوں

قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اصلے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہذا جن صفحات پر آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

بابا..... بابا یہ کیا کہہ گئے تھے۔ مگر اسانس لے کر لاؤ۔“

”جی“ وہ باہر نکل گئی۔ وجاہت بابا کے شیرو اور لہجہ محسوس کر رہا تھا۔ سر جھکا کر رو گیا۔ بابا کو منانے کے لیے پہلے اس کو منانا ضروری تھا اور اس..... باہر نکلتی اس کو دیکھا اور دل میں کچھ سوچ کر رہ گیا۔ بابا اخبار دیکھنے لگے۔

اسانے اسٹڈی کو مسکن بنالیا تھا۔ وجاہت اسٹڈی میں آیا تو وہ نماز پڑھ رہی تھی۔ اس کے دل میں ڈھیروں سکون تھا۔ بابا نے اس کا مان بڑھا دیا تھا۔ سلام پھیرا تو بے اختیار نگاہ اٹھی اور پھر جھک گئی۔ دوسرا سلام پھیر کر دعا مانگنے لگی۔

اتنی معصوم سی خاموش نظر کوئی مصروف دعا ہو چھے اب وہ جائے نماز سمیٹ رہی تھی۔  
”سنو!“ وہ قریب آ گیا۔  
”جی!“

”میں نے تم سے کوئی بات کرنی ہے۔“  
”کریں، میں سن رہی ہوں“ لہجے میں اعتماد تھا۔  
نگاہ جھکالی۔

”بیڈ روم میں چلو“ نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔  
”کس ناتے..... کس رشتے سے..... میرے پاس تو.....“

”کہانا..... وہیں چل کر بات کرتے ہیں۔“  
”مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی“ وہ کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

”میں غلط تھا..... آئی ایم سوری!“ بے ساختہ کہہ کر اس کے قریب بیٹھا۔

”اتنی جلدی!“ اس اساکت رہ گئی۔ ”اتنی جلدی بے گناہی کے داغ دھل گئے۔ اتنی جلدی ثبوت میر

بچے لگنے یاد ہالوں میں ہاتھ پھیرا۔  
جب سے اب تک اپنی ہمتوں اور لفظوں کو جمع کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کا سامنا کرے گا۔ یہاں تو..... یکدم سے بے چین ہوا۔

میں اسے مثالوں کا ابھی..... اسی وقت۔  
راحتگیاں اور خفگیاں تو زندگی کا حصہ ہیں، خود کو تسلی

ناراحتگیاں اور خفگیاں..... تہمت اور بہتان نہیں۔  
س کا دل ہنسا۔ اور وہ پھر اک بار سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

وہ اسٹڈی روم کی جانب بڑھا۔ ناک کیا مگر اس نے وارہ نہیں کھولا۔ بابا کی پشت پناہی نے اسے دلیر بنا دیا۔ جن کے دل صاف ہوں، وہ دلیر بن ہی جایا کرتے

”ہاشتا دو“ وہ ٹیبل پر آ کر بیٹھا۔  
”ابنی ماں سے مانگو۔ یہ کون ہے تمہاری، خادمہ جلدی..... گنیز“ بابا بھی ادھر ہی بیٹھے تھے۔  
”اور تم تیاری کر لو بہو! تمہیں یکے چھوڑ آؤں“

یہی صاحب ہنر بنے اس کے پچھلے چہرہ ہے تھے۔  
”جی..... بابا“ ادب سے سر جھکا لیا۔  
”نصیبن..... نصیبن! وجاہت کو ناشتا دو۔“ ماسی کو

وازدی۔  
”جی صاحب!“ وہ ماسی کے جن کی طرح حاضر

”تمہاری بیگم صاحب کہاں ہیں؟“  
”ہن میں۔“

”ماڈرن سے چھوٹا سا بچہ کا ناخا خوا کر





آئی جلدی۔ اتنی جلدی۔ اتنی جلدی۔  
 "وہ اتنی، میں غلط تھا۔ مجھے سوچنا چاہیے تھا مگر وہ  
 لوگ ایسے تھے کہ انہیں دیکھ کر میری جگہ کوئی بھی ہوتا،  
 یونہی بدگمان ہو جاتا۔"  
 "میں ایسی تھی کیا، کیا دیکھ لیا تھا آپ نے ایسا؟"  
 یکدم ہی اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ "جو یوں بے سوچے  
 سمجھے....."  
 "بس غلطیاں انسانوں سے ہی تو ہوتی ہیں۔ کہا  
 ناسوری! مجھے معاف کر دو۔ بابا تو سخت ناراض ہیں مجھ  
 سے۔"  
 "یعنی آپ بابا کی خاطر مجھے منار ہے ہیں، آپ کا  
 دل صاف نہیں ہوا؟"  
 "صاف ستھرا، شفاف پاک، تمہاری محبت میں جتنا  
 بابا کی وجہ سے ہے۔ بابا نے میری آنکھیں کھول دی  
 ہیں، نور اکہا۔" زارا کے آنسوؤں نے دل کے بند قفل  
 کھول دیے ہیں۔ "اس کے مقابل بیٹھ گیا، وہ تڑپ گئی۔  
 "آپ زارا سے ملے ہیں؟" بے چینی سے پوچھا۔  
 "ہاں۔" تاسف و ملال سے سر ہلایا۔ "بہت بُرے  
 حالوں میں ہے۔ تمہاری تعریف میں رطب اللسان۔"  
 "گویا اس سے مل کر تسلی ہوئی ہے" خفی سے  
 دیکھا۔  
 "نہیں، پہلے بابا نے حرف گمان کو دھویا ہے۔"  
 دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔  
 اسمانے سر جھکا لیا۔ آنسو گود میں گر رہے تھے۔  
 وجاہت نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ ادنچا کیا۔  
 "نفرت کے آنسو دیے تھے، محبت سے سمیٹ رہا ہوں۔  
 غصے سے نکالا تھا کمرے سے، چاہت کے دیپ راہوں  
 میں روشن کر کے دوبارہ سے بلارہا ہوں۔ میری وفا،  
 میری چاہت کا اعتبار کر دو۔" انگلیوں کی پوروں سے بھیکے  
 مڑگان صاف کیے اور وہ عجوب کی ہو کر مٹ گئی۔  
 وہ تو اتنی محنت، اتنی خاطر لڑائی تھی کہ تو وہ مجھ کو دے  
 زندگی کو اس سے بھر دے جائے۔  
 دھیرے سے اسے اٹھایا۔ محبت سے اس کے سانس کو  
 سانس بھلائے اور دم سے دم بھلائے اپنے بند روم

